باسمہ سبحانہ

قال اللہ تعالیٰ ولا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق و انتم تعلمون

بحمد اللہ والمنۃ در این ایام نصیحت فرجام سعادت انضمام میمنت فرسام خجستہ روزگار فرخندہ آثار مجموعہ مختصرہ رسالہ ذخیرہ المتقی

دلیل الحقیّۃ فی اثبات الوصیّۃ

بغرض اصلاح مفاسد دینیہ و رد معتقدات باطلہ و تائید احکام شرعیہ فرعیہ و اثبات وصیت کشف حجب از فکر قاصر و ذہن فاتر دید کوتاہ حقیر کثیر التقصیر قلیل البضاعت با اختلال احوال و وفور اشتغال و ہجوم ہموم و آلام و طریان عوارض و اسقام با اکرم ساعات و اطیب آنات و احسن اوقات در حیز تحریر و تسطیر درآمد۔ واللہ اعلم بالصواب

وانا العبد المفتقر الی اللہ الغنی الوفی السید حامد علی الرضوی الزیدپوری

(نسخے برائے افادہ مومنین کے لئے چھاپ کر مفت تقسیم کیا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جمیع افراد و اجناس حمد و ثنا اس خالق یکتا و بے ہمتا کو سزاوار ہیں جس نے قلوب مومنین کو
اپنا مسکن و قرار دیکر عرش اعظم سے بالاتر کیا۔ و نفس انسان میں مادہ قابلیت ترقی و عروج عطا فرما
کر ملائکہ سے افضل و بہتر کیا۔ و روح انسان کو تجرد و بقا و نور و ضیاء و طہر و صفا عنایت فرما کر
خلافت الٰہیہ و ریاست معنویہ کے لائق بنا کر خلق کا رہنما و رہبر کیا۔ پس صلوٰۃ و سلام ہو اُس
روح مقدس و نفس اقدس انسان کامل و عقل کل اور اس کی آل پاک پر جنکی محبت اوجب
ترین واجبات و مودت عبادت کی روح و بہترین عمل و اساس اسلام ہے۔ اما بعد بر کافہ ارباب
فطنت و ذکا و عامہ اصحاب بصیرت و اعتقاد و صاحبان عقل سلیم و فہم مستقیم و ارباب دین قویم
و اخوان صفا و خلان صدق و وفا پر ہویدا ان مومنین و مسلمین کے ضمیر ہائے پاک و طبعہائے
درّاک پر جالی و منجلی ہو کہ ہر کلی و جزئی دنیا و دین کے لئے قانون شریعت منورہ و ملت
مطہرہ موجود ہے اور ادلہ عقلیہ بھی اس کے مطابق ہیں حکم شرع و عقل ایک ہے اور عقل
حجت باطنی و خلیفۃ اللہ و حاکم عادل و خبیر مطلق و رئیس محض ہے اور عقل و علم سعادت کی
حقیقت ہیں پس ہر انسان کو لازم ہے کہ اپنے نفس پر عقل کو غالب کرے اور صراط قویم و
راہ راست عدالت پر رفتار کرے اور ضد عقل یعنی جہل سے باز آئے۔ لیکن زمانہ کے انقلابات
و آزادی کے اختیارات نے ہماری آنکھوں پر غفلت کے پردے ڈال دئے ہیں کہ ہم مذہبی
قوانین سے بالکل بیخبر و ناواقف ہو گئے ہیں اور طوفان جہالت میں غرق ہیں اور اہل زمانہ
تیرہ و تار ہیں حق نظر مردم سے پوشیدہ ہے اور لوگ گمگشتگی و سرکشی و گمراہی و تغیر و تبدل میں
مبتلا ہیں۔ لہذا خاکسار ذرہ بے مقدار قانون وصیت کے متعلق بطور اجمال ایک مختصر رسالہ
لکھ کر ارباب نظر کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ پس جاننا چاہئے کہ شریعت میں جواز وصیت پر تمام
اہل اسلام کا اجماع ہے اور آیات محکمات کتاب کریم و کلام لازم التکریم اس امر پر دلالت کرتی
ہیں اور احادیث نبویہ و سنن ہائے متواترہ بطریق خاصہ و عامہ اس کے جواز پر شاہد ہیں اور
احادیث معتبرہ مستفیضہ بلکہ متواترہ آئمہ ہدیٰ ثبوت وصیت پر دال ہیں پس اگر ہم تفصیلی

وصیت کو جو ترتیب از نام بنام یکے بعد دیگرے صدور میں آئے اور تفصیل و تقدیم و تاخیر کیا گیا ہو جو بطور صراحت بدلالت واضح منطوقاً و مفہوماً کلام متکلم سے ظہور میں آئے اور تحریراً جس کا ثبوت دبروز زبان زد خلائق حد تواتر تک پہنچگیا ہو۔ اور اس کی متابعت شرعاً واجب لازم ہو اور موافق اس طریق خاص کے جس طور سے موصی نے وصیت کی ہے۔ نافذ نکریں تو عموم آیۂ من بدلہ بعد ما سمعہ کی وعید میں داخل و شامل ہوجائیں گے۔ یعنی تبدیل وصیت کا گناہ وبال ہم پر عائد ہوگا۔ کیونکہ بحکم کتاب خدا و سنت رسول حسب منشاء موصی وصیت کا نافذ و جاری کرنا واجب ہے۔ اس لئے کہ وصیت کے معنی میت کی تمناؤں کا پورا ہونا ہے۔ پس اگر دو شخص یا زیادہ کے لئے وصیت کی جائے تو اجماعاً و نصاً و فتوی جائز ہے۔ خواہ وصیت مطلقہ ہو جماعت محصورہ کے لئے بطور مساوات یا مقیدہ بہرحال وصیت مشروطہ میں اس کی شرطوں پر عمل کرنا واجب ہے اور مخالفت شرط ناجائز و حرام قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ المسلمون عند شروطہم مسلمین مومنین اپنی شرطوں کیساتھ وابستہ ہیں۔ و نیز جماعت کثیرہ علما و فقہا اس امر کے قائل ہیں کہ وصی کا عادل و امین ہونا لازم ہے۔ اور قول مشہور یہی ہے۔ بلکہ کتاب غنیہ میں اس امر پر اجماع ثابت ہونے کا ذکر ہے خصوصاً وصی کا امین ہونا اجماعی ہے پس اگر وصی سے خیانت ظاہر ہوجاوے۔ تو حاکم شرع پر اسکا معزول کرنا واجب ہے۔ اور اسکے مقام پر امین کا قرار دینا لازم۔ پس وصی امین ہے اگر تفریطاً و تقصیراً بھی شرط وصیت کے خلاف کرے۔ تو جو مال وغیرہ تلف ہو اس کا ضامن ہوگا۔ اس لئے کہ ماموریہ کے مطابق عمل میں نہ آیا۔ اور جس وقت موصی وصی کو وصیت کرنیکا اذن دے تو اجماعاً جائز ہے پس اگر اذن نہ دے اور منع بھی نہ کرے تو اس کے جواز وصیت میں خلاف ہے۔ قول اکثر اصحاب و ظہور فتاوی و اصل عدم جواز سے ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ مالک کر دینا کسی شخص کا کسی غیر شخص کو بعد اپنی وفات کے اصل مال کا یا اس کی منفعت کا یا موصی کی وفات کے بعد کسی شخص کو تصرف کرنے پر قابض کرنا اس کو وصیت کہتے ہیں۔ ہر مکلف کو اپنے کل مال میں سے صرف ایک ثلث کے واسطے وصیت کرنے کا حق ہے البتہ اگر ورثہ راضی ہوجائیں۔ تو کل مال میں نافذ ہوسکتی ہے۔ جن امور کی بابت وصیت کرنیوالے نے وصیت کی ہے جبتک کہ خلاف شرع نہوں۔ واجب التعمیل ہونگی اور مشہور یہ ہے کہ وصی کو امور وصایت پر قیام کرنا لازم ہے۔ مگر عاجز ہونے کی صورت میں شرعاً معذور ہوگا اور جس جہت کی تعیین موصی سے صادر ہوئی

ہے اسی پر اقتصار و اکتفا کرے اور اگر مطلق ہو جملہ جہات اور کل امورات داخل ہو جائیں گے جس
کے لئے وصیت کی جائے اس کیلئے شرط ہیں اگر وہ شرائط موجود نہ ہوں تو وصیت صحیح نہ ہوگی
اور معدوم کے لئے وصیت جائز نہیں لیکن حمل موجود کے لئے جائز ہے اور واجب مالی کو غیر
واجب مالی پر مقدم رکھنا چاہئے۔ اسی طرح واجب مالی کو واجب بدنی پر مقدم رکھیں اور میراث
نیابت کے ذریعہ سے کوئی نہیں لے سکتا لیکن قبض حقوق مثل میراث و وصیت و اخراج زکوٰۃ
خمس و قسمت تصدقات وغیرہ نیابت کے قابل ہیں اور تقسیم ترکہ قضائے دیون اور اقرار وصیت کے
بعد ہے اور اس میں خلاف نہیں کہ دین مقدم ہے وصیت پر اور وصیت مقدم ہے میراث پر
اور بعض کا قول یہ ہے کہ موصی لہ شریک ہے۔ وارث کا ایک ثلث وصی کے لئے اور دو ثلث
ورثہ کیواسطے پس اگر تمام مال کی وصیت کر دیجائے تو ورثہ کو کچھ بھی نہیں ملسکتا پس معلوم
ہو کہ مال میت میں سے سب سے پہلے ابتدا کفن کی ہے بعد ازاں قرض پھر وصیت اور بعد
اس کے میراث ہے اور بعد از موت موصی موصی بہ یعنی مال موصی لہ یعنی وصی کی جانب فوراً
منتقل ہو جاتا ہے اور ظاہر اخبار و احادیث یہ ہے کہ قبول کرنا وصی کا کاشف اور ظاہر کرنیوالا ہے
اس امر کا کہ موصی لہ کی ملک میں مال تحت موصی سے پہلے آچکا ہے نہ یہ کہ وقت موت یا بعد از
موت ملک وصی کی جانب منتقل ہوئی ہے۔ پس قبول وصی کاشف سبقت ملک ہے نہ ناقل اسلئے
کہ اگر ایسا نہ ہو تو باقی رہنا ملک کا بغیر مالک کے لازم آتا ہے۔ اسواسطے کہ میت بعد خروج
روح مثل جمادات اہلیت ملک کی نہیں رکھتی۔ پس اگر وصی کی جانب ملک کو منتقل نہ
سمجھا جائے تو مالک سے خالی ہونا ملک کا لازم آتا ہے۔ بنا برین اگر وصی کی وفات کے بعد
وصی دیگر کیجانب وصایت فوراً منتقل ہو جاتی ہے اور وہ بجائے اس کے حقدار ہو جاتا ہے۔ اور
شرعاً مالک و قابض ہونا اس کا صحیح و جائز بلکہ واجب ہے پس اس وقت میں بغیر
اذن حقدار و صاحب حق کسی قسم کا تصرف جائز نہیں۔ بلکہ غسل و کفن و دفن واجب سے
زائد مصارف دیگر میں اذن و اجازت وصی لازم ہے غرضکہ مالک کی اجازت بغیر دنیا
و دین کا کوئی کام اس کے ملک میں مباح نہیں اور صریحاً غصب ہونا اس پر صادق ہے
اور معنی غصب کے یہ ہیں کہ کسی غیر شخص کے مال یا حق کو بسبب تعدی ظلم و قہر و غلبہ اپنے قبضہ
میں لانا اور اس پر تسلط حاصل کر کے بطور خود بالذات مستقل ہو جانا۔ اور علانیہ کسی کی چیز کو
ظلم کر کے لے لینا۔ پس حرمت غصب ضروریات دین اسلام سے ہے اور اسکا ضروری

دین مثل حرمت ظلم بر بندگان خدا یا مال مردم کے حرام ہونے کی انکار کرنا موجب ارتداد ہے۔ اور اس حرام کو حلال سمجھنے والا مرتد کافر نجس ہے۔ خصوصاً امامیہ مذہب والوں کے نزدیک اسکی حرمت میں کوئی خلاف نہیں بلکہ اس امر پر اجماع ہے۔ اور علاوہ اجماع کے اسکی تحریم میں آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ موجود ہیں۔ الغرض وصی امین ہوتا ہے۔ خیانت و غصب حق و ظلم اس کے لئے روا نہیں۔ مانند اسکے کہ وصیت کو بدل دے یا جسکو موصی نے عطا کیا ہے۔ اسے محروم کردے۔ اور جس حق کی بابت وصیت کی گئی ہے اس میں تغیر و تبدل کردے۔ اگر ایسا کریگا۔ تو تقصیر اور مخالفت کیوجہ سے ضامن تاوان ہوگا۔ اور ایسی وصیت بھی صحیح نہیں ہے جس کے باعث سے مال معصیت میں صرف ہو پس اگر وصیت کیجائے۔ بہ اعانت بر ظلم ظالم کے یا اعانت بر فسق فاسق کے تو یہ وصیت باطل ہوگی۔" پس جاننا چاہئے کہ جملہ عقود جائزہ سے ایک وصیت ہے اور وہ دو قسم پر ہے ایک وصیت بولایت جیسے انسان خود اولی بتصرف تھا مانند حفظ صغار و اطفال و مجانین اور انکے اموال میں تصرف کرنا اور دین میت کا ادا کرنا اور ودیعت کو واپس دینا۔ اور میت کی امانت کو واپس لینا اور حقوق الٰہی مثل زکوٰۃ و خمس و استیجار حج و نماز و روزہ وغیرہ کا ادا کرنا اور مسجد کا بنانا اور فقراء و مساکین وغیرہ پر اس کے حصہ مال سے تقسیم کرنا اور اس کو تصرف پر مسلط کرنا کہتے ہیں۔ دوسری قسم وصیت کرنا اپنے مال پر غیر کے واسطے اور اس کو تملیک عین یا منفعت کہتے ہیں۔ پس اس کو وصیت اس واسطے کہتے ہیں۔ کہ تصرف حال حیات متصل ہوجاتا ہے۔ تصرف حال ممات سے یعنی یہ تصرف موصی متصل ہوجاتا ہے۔ وصی کے تصرف سے کیونکہ وصی کے معنی وصل و اتصال اور پیوستہ کرنا ایک چیز کا دوسری چیز سے ہے اور وصیت عہد کے معنی میں بھی مستعمل ہے خاصکر اُس عہد کی جانب جس کو انسان بعد وفات کے لئے دافع کرجاتا ہے۔ پس وصیت فی الحقیقت عہد کرنا میت کا ہے۔ بعد وفات کے۔ نیز اجماع منقول و محصل اس امر پر ہے کہ وصیت عقود میں سے ہے اور اکثر اصحاب آئمہ و علماء کا قول یہی ہے کہ وصیت ایک عقد ہے جس کا نتیجہ تملیک عین یا منفعت ہے بلکہ جو عقدیت قول باری تعالیٰ کُتِبَ عَلَیْکُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَکَ خَیْرًا الْوَصِیَّۃُ الیٰ اخر الایۃ سے مستفاد ہوتی ہے۔ اس سے یہی

مراد ہے باعتبار ظہور قول باری تعالیٰ ایسی تملیک پر جو وصیت سے پیدا ہوتی ہے اور ایک
قسم ہے۔ عہدیت کی و عموم الامر بالوفاء بالعقود و قاعدۂ المومنون عند شروطہم اس کی تائید
میں موجود ہیں۔ قال اللہ سبحانہ یا ایہا الذین آمنوا اوفوا بالعقود۔ یا بالعقود ندا ہے
مع وصدائے عام ہے مومنین کے لئے کہ وہ اپنا عہد و پیمان پورا کریں۔ بالجملہ تحقیق کلام
و ملخص مرام یہ کہ وصایت احدث ولائت ہے۔ استنابت فی التصرف مانند وکالت کے اور
اثبات ولایت ہے بعد موت کے جس سے ولایت موصی کی مرتفع ہو جاتی ہے اور اصل اس کی
شریعت میں بعد اجماع مسلمین کافۃ آیات متکاثرہ وارد ہوئے ہیں۔ قال سبحانہ کتب
علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیراً الوصیۃ الآیۃ۔ اور باوجود اس کے سنت
متواترہ از طریق خاصہ و عامہ موجود ہیں اور اس پر اضافہ یہ کہ احادیث معتبرہ مستفیضہ بلکہ
متواترہ جو حد ثبوت میں وارد ہوئے ہیں پس وصیت برحق ہے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ
و آلہ نے بھی وصیت کی ہے اور وصیت کرنے کا حکم فرمایا ہے اور ہر مسلم پر وصیت کرنے کا حق ہے
پس جو مر جائے اور وصیت نہ کرے اس کا آخری عمل معصیت پر ختم ہوگا اور انجام بخیر کے
عوض میں خاتمہ بالشر ہوگا۔ اس لئے کہ حضرت رسولؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص بغیر وصیت
کئے ہوئے مر جائے تو وہ جاہلیت کی موت مریگا یعنی کفر و نفاق و ضلال پر مریگا۔ پس جائز
نہ تھا کہ رسول خدا بغیر وصیت کئے ہوئے گذر جائیں اور اپنا وصی قرار نہ دیں۔ بسبب
اس قول باری کتب علیکم الآیات و بقولہ من مات بغیر وصیۃ الخ وقال اللہ تعالیٰ
یا ایہا الذین آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون الآیۃ خطاب زجر ہے مومنین کے لئے
کہ قول کو عمل سے مطابق کریں اور وعدہ کو وفا کریں۔ نہ ایں کہ خود را فضیحت و دیگران را نصیحت
وقال تعالیٰ فبہدیہم اقتدہ تمام انبیاء وصیت کر کے گذرے ہیں۔ آپ بھی وہی طریقہ اختیار
کریں پس ہر مسلمان پر وصیت کرنا لازم ہے۔ ہر مومن کے لئے سزاوار ہے کہ جب رات کو سوئے
تو وصیت اس کے سرہانے ہو اور جو شخص وقت موت اموات خبر کی کما حقہ وصیت نہ
کرے تو اس کی مروت و عقل میں نقصان سمجھا جائیگا اور ظاہر آیات و اخبار سے وصیت
کرنے کا وجوب ثابت ہوتا ہے جو کہ سنت موکدہ پر حمل کیا گیا ہے یا وصیت با مور واجبہ
مثل حج و خمس و زکوۃ مفروضہ وغیرہ پر پس شرعاً وصیت سے مراد تملیک عین یا منفعت
ہے خواہ عین بالفعل موجود ہو مثل ثمرہ کے یا بالقوہ مانند ثمرۂ جدیدہ اور منفعت خواہ

دائمی ہو یا مطلقاً یا تا وقت معینہ لہذا وصیت ایک عقد جائز ہے۔ موصی کی جانب سے جبتک
وہ زندہ ہے فسخ کرتا ہے خواہ وصیت مال کی ہو یا ولائیت کی اور جس طور سے موصی نے تحریر کیا
ہے ہمیشہ کے لئے یا مدت معینہ کیواسطے اگر خلاف شریعت نہ ہو اس پر عمل کرنا واجب ہے
اور بامکان تعجیل وصیت پر عمل کرنے میں تاخیر کرنا جائز نہیں وور صورت امتناع و انکار اوصیا
حاکم شرع جبراً وصی پر وصیت کے موافق عمل کرنا لازم کرے گا اور جس کے لئے وصیت
کی ہے اُس کو وہ مال دیا جائیگا۔ اگرچہ وہ یہودی یا نصرانی ہو ورنہ فمن بدلہ کی زجر
و توبیخ و عذاب و نکال کا مستحق ہو گا۔ اب واضح ہو کہ وصایت و وراثت میں بہت فرق ہے
جس مقام پر مدار و مدار وصیت پر ہو اور اس پر عملدرآمد ابتدا سے چلا آیا ہو۔ وہاں پر حق
میراث کا کوئی دخل نہیں حالانکہ وارث کے لئے بھی وصیت کرنا جائز ہے۔ لیکن ایک
ہی وارث ہونے کی صورت میں عقلاً قبیح و مذموم و تحصیل حاصل کے حکم میں ہے۔ البتہ اگر
چند وارث ہوں تو ثلث مال حق وصیت کسی خاص وارث کے لئے معین کرکے دیگر ورثہ
پر علاوہ اُس کے حق ارث کے ترجیح دینا جائز ہے۔ اگرچہ اس میں وہ چیزیں بھی شامل
ہیں جو پسر اکبر کے لئے خاص ہوں۔ اور اگر کوئی شخص پہلے ایک وصیت کرے اور
پھر دوبارہ اُس کے برخلاف وصیت کرے۔ تو اُس وقت پہلی وصیت رد ہو کر دوسری وصیت
پر عمل کرنا چاہئے لیکن جبکہ ایک ہی مرتبہ کی وصیت ہو جبتک حسب تفصیل اعمال نہ ہولے کسی وصی
مابعد کو وصیت کرنیکا حق حاصل نہیں۔ پس ایسی حالت میں وصیت دیگر یا وراثت کا محل نہ ہونا صاف
ظاہر ہے۔ پس اگر وصیت مرتبہ شرعاً صحیح نہ سمجھی جائے تو درجات ما تحت کی وصیت ناجائز
و باطل ہو کر جملہ تصرفات اُن اوصیاء گذشتہ کے منہدم ہو کر وارث اول کی جانب ملک منتقل
ہو جائے گی۔ کیونکہ درجات مابعد کے لئے سوائے وصیت کے اور کوئی سبب اسباب ملک
مثل ہبہ و تصدق و وقف خاص وغیرہ کے نہیں ہے بالجملہ اس مختصر تحریر کی بنیاد اور اس کا
حین مفاد یہ ہے کہ اگر ہم وصیت جلیع و ملیع و محکم موافق شرع و عدالت و انصاف و مطابق صلہ و
رحم کو درست نہ سمجھیں اور ناجائز و باطل جانیں تو جملہ وصیتیں اہل دنیا و دین کی کالعدم و نا روا
و بے سود ہو کر قانون وصیت منسوخ ہو جائیگا اور عسر و حرج و ضرر عظیم لازم آ کر نظام عالم میں
خلل و اصلاح امور معاش و معاد میں فساد واقع ہوگا اور بندگان خدا تکالیف شاقہ مالا
یطاق میں مبتلا ہو جائیں گے۔ بہرحال اِن اقسام کے محظورات و ممنوعات لازم آنے سے

سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں کہ ہم تشریع وصحت وصیت کے قائل ہوں ورنہ سوائے زندگی
کی حالت میں بعد موت کے انسان اپنے یا غیر کے لئے دنیا و آخرت و عاقبت کے واسطے کچھ بھی
نہیں کر سکتا ہے۔ اور کتاب الٰہی میں جو آیات وصیت موجود ہیں۔ و کتب احادیث نبویہ و اخبار
آئمہ میں درج ہیں وہ سب معاذ اللہ لغو و بے فائدہ ہو کر قوانین شرعیہ و عرفیہ و سلطانیہ و ملکیہ
ولا طائل ہو جائیں گے اور وصایائے انبیاء و مرسلین و آئمہ طاہرین و جناب سیدہ خصوصاً
وصیت جناب پیغمبر جو از جانب خدا و رسول آئمہ علیہم السلام کے بارے میں صادر ہوئی
ہے باطل ہو کر ہمارا امامیہ مذہب غلط و نادرست قرار پائیگا اور ہم امامیہ مذہب سے خارج ہو جائیں
گے۔ اور صراط مستقیم و راہ راست و طریق نجات سے منحرف ہو کر ہم پر مرتد کا اطلاق ہوگا۔ اور
وصایت و خلافت و امامت و نبوت باطل ہو جائے گی۔ حالانکہ باری تعالیٰ قول جامع ارشاد فرماتا
ہے ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا۔ یعنی بہ تحقیق کہ اللہ تعالیٰ
امانتیں انکے اہل تک پہنچانے کا حکم دیتا ہے۔ خواہ خود خدا کی امانتیں ہوں۔ مثل امامت و
ولایت و کتب الٰہیہ و علم و سلاح و فرائض و احکام و اوامر و نواہی و عبادات وغیرہ یا بندگان خدا کی
مانند ودیعت و عاریہ و شہادت وغیرہ کے پس منجملہ اس امانت کے ایک وصیت ہے۔ جس کا اس کے
اہل و حقدار کو سپرد کرنا واجب ہے اور اس میں خیانت کرنا حرام و ناجائز گناہ عظیم ہے۔ حتیٰ کہ کافر
کی امانت میں خیانت جائز نہیں اور باوجود علم و معرفت کے حق بات کا انکار کرنا اس سے زیادہ نفس
انسان پر کوئی ظلم نہیں اور ملک غیر میں بغیر اذن مالک تصرف کرنا اور کسی امر کو اس کے محل و مرتبہ پر نہ
قرار دینے کو ظلم کہتے ہیں۔ ہر اہل ملت و مذہب کے نزدیک و نیز عقلاً و سمعاً و شرعاً ظلم حرام ہے
بلکہ جو لوگ کسی مذہب کے پابند نہیں مثل ملاحدہ و علمائے ہنود وہ بھی بداہتہ بحکم عقل ظلم کے قبیح
ہونے کے قائل ہیں لہذا ظلم حرام ہے اور سبب فساد و خرابی دنیا و آخرت بجناب رسول خدا
کا قول ہے کہ ظلم قیامت کے دن تاریکی و ظلمات کا باعث ہے پس نتیجہ اس کا تاریکی قبر و مقامات
آخرت ہے ۱۲ القصہ جواز وصیت و وجوب عمل کے شواہد بسیار ہیں۔ وصیت ہائے رسول خدا
و آئمہ ہدیٰ بطور شاہد تحریر کرنا تطویل کلام کا باعث ہے لہذا انسے قطع نظر کر کے صرف ایک
وصیت مالیہ مختصرہ و مرتبہ جناب سیدہ صلوات اللہ علیہا تحریر کی جاتی ہے جو کتاب کشف
الغمہ و بحار الانوار جلد عاشر و فروع کافی جلد ثالث میں بسند ہائے معتبرہ موجود ہے جس کے
راوی سب ثقہ و عدول و امامی ہیں۔ ان بساطین ہفتگانہ کی بابت جن کو صاحب مناقب

ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب میں اس طرح درج کیا ہے کہ ایک شخص عالم متبحر قبیلۂ بنی نظیر مشرف باسلام ہوا اور حضرت رسولؐ کے ہمراہ قتال جہاد میں شریک ہا۔ مرنے کے وقت رسول خدا کیلئے اپنے مال کی وصیت کر گیا اور وہ سات عدد بستان و نخلستان تھے۔ جو حضرت فاطمہؑ کے ارث میں آئے۔ اور جناب زہراؑ نے اس طرح پر انکی وصیت کی جو کتاب کافی سے بعینہٖ درج ذیل ہے۔

فی الکافی عن علی بن ابراہیم عن ابیہ عن ابن ابی نجران عن عاصم بن حمید عن ابی بصیر قال قال ابوجعفر علیہ السلام الا اقرئک وصیۃ فاطمۃ قال فقلت بلی قال فاخرج حقا او سفطا فاخرج منہ کتابا فاقرأہ وفیہ وصیۃ فاطمۃ علیہا السلام بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ھذا ما اوصت بہ فاطمۃ بنت محمد رسول اللہ اوصت بحوائطہا السبعۃ العواف والدلال والبرقۃ والمبیت والحسنی والصافیۃ ومالام ابراہیم الی علی بن ابیطالب فان مضی علیؑ فالی الحسنؑ فان مضی الحسن فالی الحسینؑ فان مضی الحسینؑ فالی الاکبر من ولدی شہد اللہ عزوجل علی ذالک والمقداد بن الاسود والزبیر بن العوام وکتب علی بن ابی طالب ۱۲ ومن لا یکفیہ القلیل لا یکفیہ الکثیر ۱۲ یعنی کتاب کافی میں اسناد معتبر ابو بصیر نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ آیا میں وصیت فاطمہ زہراؑ تجھ کو سناؤں میں نے عرض کیا کہ ہاں پس ایک ڈبیہ یا عطردان نکالا اور اُس میں سے ایک صحیفہ نکال کر پڑھا جس میں وصیت فاطمہؑ اس طرح پر لکھی ہوئی تھی بعد بسم اللہ کے یہ وہ مال ہے جس کی وصیت کرنیوالی فاطمہؑ دختر رسول خدا ہے وصیت کرتی ہے ہفت عدد باغستان کی جنکے نام یہ ہیں۔ عوافہ دلال و برقہ و مبیت وحسنیٰ و صافیہ و مشربہ ام ابراہیم علی ابن ابیطالب کیلئے کہ آنحضرت میری جانب سے اس مال پر وصی اور اولی بالتصرف ہیں پس جبکہ وفات فرمائیں تو امام حسنؑ انکے وصی ہونگے پھر جب امام حسنؑ وفات فرمائیں تو امام حسینؑ انکے بعد انکے وصی ہونگے جب امام حسینؑ وفات فرمائیں تو میری اولاد میں سے جو بڑا ہو وہ وصی ہوگا اس وصیت نامہ کو گواہ کرتی ہوں اور بندگان خدا سے مقداد ابن اسود و زبیر ابن عوام کو لکھنے والی اس وصیت کے علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔

اما بعد۔ فقد قال اللہ تبارک و تعالیٰ کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت۔ باریتعالیٰ قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے کہ جب تم پر موت کے اسباب نمایاں ہوں اور مرگ کی نشانیاں ظاہر ہوں مانند مرض و پیری وغیرہ کے اور قبل اس حالت

معائنہ یا اس وقت ملک الموت کے جو وصیت سے باز رکھنے والی ہے تم پر وصیت کرنا واجب کیا گیا
ہے یعنی حالت صحت و ثبات عقل میں یہ کہنا کہ جب ہم مر جائیں تو ایسا کیا جائے ویسا کیا جائے
ان ترک خیرا۔ اگر تم مال کثیر چھوڑ جاؤ۔ جس کی مقدار وجوب وصیت میں اختلاف ہے۔ بعض
قلیل و کثیر جس پر اسم مال صادق آئے ہر دو سے تعبیر کرتے ہیں اکثر ہزار درہم سے لیکر پانچسو درہم
تک اور ابن عباسؓ کا یہ قول ہے کہ آٹھ سو درہم کما اور جناب امیر المومنینؑ سے مروی ہے۔
کہ آپ اپنے ایک دوست کے پاس ان کی بیماری میں تشریف لائے ان کے پاس سات سو یا چھ
سو درہم تھے اس نے عرض کیا کہ میں وصیت کروں حضرت نے فرمایا کہ نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا
ہے ان ترک خیرا اور تیرے پاس مال کثیر نہیں ہے پس یہی قول آنحضرت امامیہ کے نزدیک مقبول
اور حجت ہے الوصیۃ للوالدین والاقربین بالمعروف یعنی اپنے ماں باپ اور رشتہ
داروں کے لئے ایسی وصیت کرنا جو اہل عقل و تمیز کے نزدیک جور و ظلم اور حیف سے خالی ہو۔ اور
طریق جمیل پر شامل اس لئے کہ جو شخص مال کثیر کا مالک ہو اور صرف ایک درہم کی وصیت کرے
یا غنی کے لئے وصیت کرے اور فقیر کو چھوڑ دے یا قریب کے لئے وصیت کرے اور اقرب
کو ترک کرے پس اس قسم کی وصیت معروف کے خلاف ہے۔ حقا علی المتقین۔ یعنی
وصیت کرنا ایک حق واجب ہے پرہیزگاروں اور خدا سے ڈرنے والوں پر پس یہ جملہ اخیرہ تاکید وجوب
پر دلالت کرتا ہے۔ ۱۲ اب جاننا چاہیے کہ اس آیہ وافی ہدایہ میں اختلاف ہے۔ بعض کا قول یہ ہے
کہ یہ آیت منسوخ ہے وارث کے بارے میں اور ثابت ہے غیر وارث کے لئے آیت میراث نے
اس کو نسخ کر دیا ہے لیکن علمائے امامیہ کے نزدیک اس آیت کے منسوخ ہونے کے اخبار و احادیث
تقیہ پر حمل کئے گئے ہیں یعنی آئمہ علیہم السلام سے حدیث ناسخ تقیہ کی حالت میں صادر ہوئی ہے
اس لئے کہ مذاہب عامہ اور تمام فقہائے اہلسنت کے موافق ہے اور قرآن کے مخالف پس
علمائے مذہب شیعہ نے ظاہر قرآن کی مطابقت و موافقت اختیار کی ہے اور حدیث مخالف
قرآن کو رد کر دیا ہے۔ ظاہر قرآن یہ ہے قال اللہ کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت
ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین والاقربین بالمعروف حقا علی المتقین الی
آخر الآیۃ علاوہ بریں عدم جواز وصیت بحق وارث کی صرف ایک حدیث ہے اور اس کے
جواز پر اخبار کثیرہ وارد ہیں و نیز نسخ وجوب بقاء جواز کے منافی نہیں ہے پس آیت مواریث سے
اس آیت وصیت کے منسوخ ہونے کا قول باطل ہے۔ کیونکہ دو خبروں کے درمیان میں نسخ

اس وقت صحیح و جائز ہوتا ہے جب ہم اس پر عمل کرنا منافات رکھتا ہو اور آیت مواریث و آیۃ
وصیت میں کوئی منافات نہیں پس باوجود فقد تنافی یہ آیت اس آیت کی ناسخہ قرار دینا صحیح نہیں
اور یہ آیت ہرگز منسوخ نہیں اور محققین علماء امامیہ کے نزدیک یہی قول صحیح ہے اور جو شخص
کہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اس حدیث لا یجوز وصیۃ لوارث سے وارث کے لئے وصیت کرنا جائز نہیں۔
تو یہ قول بہت بعید ہے اس لئے کہ اگر یہ خبر ہر قدح و اعتراض سے سالم ہو جب بھی خبر واحد مفید
ظن ہے پس جائز نہیں ہے کتاب خدا و کلام الٰہی کا جو کہ موجب یقین ہے نسخ کرنا اس خبر سے جو
مقتضی ظن و گمان ہے اور اگر باوجود اس روایت پر طعن وارد ہونے کے اس خبر کو تسلیم بھی کر لیں
تو عموم آیت کی تخصیص کرنا لازم ہوگی اور حمل کریں گے اس امر پر کہ وارث کے لئے وصیت کرنا
ثلث سے زیادہ جائز نہیں۔ کیونکہ ظاہر آیہ اس امر کا مقتضی ہے۔ کہ وارث کے لئے اپنے تمام
مال کی وصیت جائز ہے اور جو شخص یہ کہے کہ وصیت کے فرض نہ ہونے پر اجماع حاصل ہے۔
اور یہ دلیل ہے اس آیت کے منسوخ ہونے کی یہ کہنا اس کا فاسد ہے کیونکہ اجماع اس امر پر ہے
کہ یہ آیت وجوب کا فائدہ نہیں دیتی یہ امر مندوب و سنت مؤکدہ اور مرغوب ہونے کو مانع نہیں
افضل درجہ سنت ہی سمجھنا چاہئے عدم جواز کی کوئی وجہ اور دلیل نہیں بلکہ جواز کے ثبوت میں ادلۂ
عقلیہ و عرفیہ و نقلیہ و سمعیہ و شرعیہ موجود ہیں ہمارے اصحاب آئمہ نے امام محمد باقرؑ سے
روایت کی ہے۔ انہ سئل ھل یجوز الوصیۃ للوارث فقال نعم و تلا ھذہ الآیۃ
یعنی حضرت سے سوال کیا گیا کہ آیا وارث کے لئے وصیت کرنا جائز ہے فرمایا کہ ہاں جائز ہے
اور آیت مذکورہ کی تلاوت فرمائی و عن ابی عبد اللہ عن ابیہ عن علی علیہم السلام
قال من لم یوص عند موتہ لذوی قرابتہ ممن لا یرث فقد ختم عملہ بمعصیۃ
یعنی حضرت صادقؑ نے اپنے پدر گرامی اور انہوں نے اپنے جد بزرگوار علی علیہ السلام سے روایت
کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جو شخص وقت موت اپنے صاحبان قرابت کے لئے جو کہ
وارث نہیں ہیں وصیت نہ کرے پس تحقیق کہ اس نے اپنے عمل کو معصیت پر ختم کیا۔
و نیز آنحضرت سے مروی ہے کہ فرمایا مرد مسلم کے لئے سزاوار نہیں ہے کہ رات کو سوئے اور
وصیت اس کے سر کے نیچے نہ ہو و ایضاً مؤید جواز ہیں قول پیغمبر جو فرماتے ہیں۔ کہ فرمایا من مات
بغیر وصیت مات میتۃ جاہلیۃ۔ یعنی جو شخص بغیر وصیت کئے ہوئے مرجائے تو زمانہ جاہلیت
کی موت مریگا اور فرمایا کہ جو شخص موت کے وقت نیکی کی وصیت نہ کر جائے تو اس کی مروت

وعقل میں نقص ثابت ہوگا یعنی اس نے خلافِ عقل و مروت کیا جس سے ایمان کا ناقص ہونا متصور ہے۔
اسی واسطے کتاب کافی میں حضرت صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ فرمایا آگاہ ہو کہ کوئی میت ایسی
نہیں ہے جس کی وفات کا وقت نزدیک آگیا ہو مگر یہ کہ بعد شکایت مرض شدید اس کو چند
روز یا چند ساعت افاقہ ہو جاتا ہے گویا کہ بیمار ہی نہ تھا۔ پھر اسی دن مر جاتا ہے۔ باوجود
ہوش و حواس درست ہونے کے یہ خدا کی جانب سے مہلت کا زمانہ ہے۔ خداوند عالم
اس کی سمع و بصر و عقل کو رد فرماتا ہے اور پھر دیتا ہے وصیت کرنے کے لئے پھر چاہے
وصیت کرے یا نہ کرے اس افاقہ و راحت کو راحۃ الموت کہتے ہیں۔ پس وصیت کرنا
ہر مسلم پر حق ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے بھی وصیت کی ہے پس ہر مسلمان کے
لئے وصیت کرنا سزاوار ہے اور ترک وصیت قبیح ہے۔ فمن بدلہ بعد ما سمعہ
فانما اثمہ علی الذین یبدلونہ۔ پھر اللہ تعالیٰ وعید فرماتا ہے اور خوف عذاب دلاتا
ہے ناحق وصیت کے بدلنے اور حق سے تغیر دینے والوں کو اوصیاء و اولیاء و شہود
کے متعلق باین طریق کہ میت موصی سے سماعت کے بعد اس وصی کے مقام پر غیر کو
قرار دیں باوجود علم و سماعت کے پس تبدیل کا گناہ وصیت کے بدلنے والوں اور
رائے میت کے خلاف عمل کرنے والوں پر ہوگا کتاب جامع الاخبار صدوق علیہ الرحمہ میں ہے
کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص وصیت میت کا ضامن ہو۔ اور
بغیر عذر شرعی اس پر عمل نہ کرے تو خداوند تعالیٰ اس کے کوئی فرض و سنت کو قبول
نہ کریگا۔ اور زمین و آسمان کے درمیان میں جس قدر فرشتے ہیں سب اس پر لعنت کریں
گے اور صبح و شام خدا کے غضب میں گریگا۔ اور جس وقت وہ یا رب زبان پر جاری کریگا
اس پر خدا کی لعنت نازل ہوگی اور اس کی تمام نیکیوں کا ثواب اس میت کے لئے
لکھا جائیگا۔ پس اگر اسی حال میں مر گیا آتش جہنم میں داخل ہوگا۔ اور اگر وصیت پر قیام
کرے اور اس کے موافق عمل میں لائے تو ہر شب و روز ایک بندہ آزاد کرنے کا ثواب
اس کے نامہ عمل میں لکھا جائیگا اور ہر درہم موافق وصیت خرچ کرنے کے عوض
میں خدا کی جانب سے ایک شہر جنت میں عطا کیا جائیگا اور ساٹھ حوران جنت ملیں
گی اور ہر صبح و شام اس کے لئے دو دروازے جنت کے کھلے رہیں گے۔ گر جب باہر
فوراً داخل جنت ہو پس اگر اس سال کے اندر مر جائے تو مغفور و مرحوم مریگا۔ اور

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُس کو ثواب حج و عمرہ عطا فرمائیگا۔ اور جنت میں حضرت یحییٰ بن زکریا کا رفیق ہوگا ۱۲

حدیث دیگر میں آنحضرت نے فرمایا جو شخص ضامن ہو وصیت میت کا حج کے بارے میں پس ہرگز اُس میں کوتاہی نہ کرے کیونکہ عقوبت اس کی شدید ہے اور ندامت اسکی طویل آگاہ ہو کہ وصیت میت سے عاجز نہیں ہوتا ہے۔ مگر شقی اور اُسپر قیام نہیں کرتا ہے۔ مگر سعید پس جو شخص میت کی وصیت پر عمل کرنے میں جلدی کرے اُس کے بدن کو خدا آتش جہنم پر حرام کرتا ہے اور صدیقین و شہدا کیساتھ اُس کو جنت میں داخل کریگا اور اکرام کریگا اُس کا مقدار کرامت ستر شہید اور جب تک زندہ رہے ہر روز ہزار نیکیاں اُس کے لئے لکھی جائیں گی اور ہزار درجے جنت میں اُس کے لئے بلند کئے جائیں گے۔ پس والے اور ویل ہو وصیت پر عمل کرنے سے عاجز ہونے والے پر ہر دن اُس پر ہزار گناہ اُس کے نامۂ اعمال میں لکھے جاتے ہیں اور ہر قدم اُٹھانے پر ایک گھر جہنم میں اور زندہ و مردہ ہر دو حالت میں خدا اُسپر اپنی نظر رحمت نہ فرمائیگا۔ پس اگر اسی حالت میں مرجائے تو جب قبر سے نکلیگا اُس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوا ہوگا۔ کہ یہ شخص رحمت خدا سے مایوس و ناامید ہے۔ تیسری حدیث میں حضرت نے فرمایا کہ جو شخص وصیت کا ضامن ہو امر حج میں پھر بغیر عذر کے تفریط کرے تو اللہ تعالے نہ اس کی نماز قبول کریگا۔ نہ روزہ نہ اس کی دعا مستجاب ہوگی اور ہر شب و روز اُسپر سو گناہ لکھے جائیں گے سب سے چھوٹا گناہ مثل اس کے ہوگا کہ گویا اُس نے اپنی ماں اور بیٹی سے زنا کیا۔ اور اگر اسی حال میں وصیت پر عمل کیا تو خدا ہر درہم کے عوض میں حج و عمرہ کا ثواب لکھیگا۔ اور اگر اسی سال مرجائے تو شہید مریگا۔ اور اس سال کے ہر رات و دن کے عوض میں اُس کے لئے ثواب شہید لکھا جائیگا۔ اور جو امور دنیا و آخرت اُس کے سب پورے ہوں گے ۱۲ ان اللّٰہ سمیع علیم۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری وصیتوں کا جو کچھ موصی نے بیان کیا ہے عدل کے موافق ہو خواہ ظلم و جور شامل ہو سننے والا ہے۔ اور نیتوں کا جو کچھ وصی تغیر و تبدل کرتا ہے جاننے والا ہے۔ پس معلوم ہو کہ یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اگر وصی یا وارث وصیت غیر میں تفریط اور کمی بیشی کریں۔ تو اس سے موصی پر کوئی گناہ لازم نہ آئیگا۔ اور اس کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی کیونکہ غیر کے عمل پر کسی کو جزا نہیں دیجا سکتی۔ ہر ایک اپنا بار خطا نیز اُٹھانے والا ہے جیسا کریگا ویسا پائیگا۔

اور اس میں اس قول کے بطلان کی بھی دلالت ہے جو کہتے ہیں کہ اگر ورثہ میت کے دین کو ادا نہ کریں۔ تو قبر میں یا آخرت میں اس میت سے مواخذہ کیا جائے گا۔ کیونکہ کسی بندہ سے غیر کے جرم پر مواخذہ نہیں ہو سکتا۔ پس غیر کی تبدیل سے اس میت پر کوئی گناہ عائد نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر میت ادائے دین کی وصیت نہ کرے اور وارث اس کی جانب سے اپنے طور پر ادا کر دیں۔ اس کا وبال و عقاب میت پر باقی رہے گا۔ مگر یہ کہ خدا اپنے فضل و کرم سے اُس میت سے وارث کے ادا کرنے سے اس عقاب کو ساقط کر دے۔ کتاب کافی وغیرہ میں حضرت صادقؑ و امام محمد باقر علیہم السلام سے منقول ہے۔ اس شخص کے بارے میں کہ جس نے اپنے مال کی فی سبیل اللہ وصیت کی فرمایا کہ عطا کرو جس کے لئے وصیت کی ہے اگرچہ وہ شخص یہودی یا نصرانی ہو خدا فرماتا ہے فمن بدلہ تا آخر آیہ کی تلاوت فرمائی (۱۴)

اور اس مطلب پر اخبار ہائے کثیر شاہد ہیں۔ بعض میں یہ ہے کہ اگر کوئی خلاف وصیت کرے تو تاوان کا ضامن ہوگا فمن خاف من موص جنفا۔ پھر باریتعالیٰ رخصت و اجازت دیتا ہے کہ عمداً یا خطاءً اگر موصی نے اپنی وصیت میں حق سے مائل ہو کہ ظلم کیا ہے اور وصیت میں تعدی کی ہے اور ثلث سے زائد کی وصیت کی ہے حالانکہ ظلم خواہ کام و قول سے ہو یا حکم میں یا تمام امورات وصیت میں گناہاں کبیرہ سے ہے۔

پس جیسا کہ وعید سابق میں ہے کہ جو بدل دے وصیت کو وہ اس مقام پر صادق نہیں آتا بلکہ یہاں پر بدلنا جائز ہے۔ کیونکہ اس صورت میں باطل کو حق سے بدلنا ہے۔ پس جو باطل کو حق سے بدل دے وہ محسن ہے۔ لہذا جس وصی کو معلوم ہو جائے کہ موصی نے جو وصیت کی ہے وہ حق کے خلاف ہے۔ اور موصی نے لغزش کی ہے۔ بعض کو عطا کیا اور بعض کو محروم رکھا۔ تو صلاح و عدل و صواب معروف کی جانب اُس وصیت کو رد کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ موصی اُور ورثہ اور جن کے لئے وصیت کی ہے سب کی اصلاح کر دے اور صلح کر کے سب کو راضی کر کے اختلاف کو رفع کر دے اور اثماً اثم عمداً حق سے مائل ہونے کو کہتے ہیں اور جنف از روئے خطا حق سے پھرنے کو اس طرح پر کہ اس کے جواز کو نہیں جانتا فاصلح بینہم پس اُس خلاف حادث ہونے کی اصلاح کر دے فلا اثم علیہ تو اس صورت میں اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ کیونکہ باطل

کا حق سے بدلنا ہے اور یہ اصلاح کا قصد و ارادہ کرنیوالا بطور واسطہ ہے اور بمنزلہ درمیانی
شخص ثالث کے ہے چنانچہ حضرت صادقؑ سے مروی ہے کہ جب کوئی شخص وصیت کرے تو وصی
کے لیئے حلال و جائز نہیں ہے کہ وصیت کو بدل دے بلکہ موافق وصیت عمل میں لائے
مگر یہ کہ وہ وصیت خلاف حکم و مرضی خدا ہو اور عصیان و ظلم لازم آئے پس اس صورت میں
وصی کے لیئے جائز ہے کہ حق پر عمل کرے اور باطل کو زائل کر دے اور جو حقدار ہو اس کا
حق عطا فرمائے اور یہی مراد قول باری تعالے الجنف او اثم سے ہے مثل اس شخص کے
جس کے چند ورثہ ہوں اُن میں سے بعض کے لئے کل مال قرار دے اور بعض کو بالکل محروم
رکھے پس بعض ورثہ کو عطا کرنا اور بعض کو محروم کرنا جنف ہے اور اثم یہ ہے کہ موصی حکم
دے گبر و ترسا کے معبدگاہ کو آباد کرنیکا یا شراب بنانیکا یا مثل اس کے دیگر امور ناشروع کا
پس وصی کو اس پر عمل نہ کرنا حلال ہے فان اللہ غفور رحیم پس بہ تحقیق کہ اللہ تعالیٰ
مصلح اور اصلاح کرنیوالے کی مغفرت کا وعدہ کرتا ہے یعنی جبکہ گناہوں کا بخشنے والا اور گنہگار
پر رحم کرنیوالا ہے پس بدرجہ اولیٰ بیگناہ و اصلاح و صلح کنندہ پر رحم فرمائیگا۔ پس اس مقام پر
تعریضاً واضح ہو کہ وہ گناہ جو آمرزش کے قابل نہیں مظالم عباد ہیں اور مظالم کا روز قیامت
قصاص ضرور ہے یہانتک کہ بے سینگ و شاخ والے جانور کا قصاص سینگ والے حیوان
سے لیا جائیگا اور مومن کا کافر سے اور کافر کا مومن سے پس ظلم کی قباحت اس قدر ہے
کہ راضی ہونا ظلم کرنے پر بھی حرام ہے اور اعانت کرنا ناجائز اور حبس کرنا حقوق غیر کا اور
اہل حق کو حقیر سمجھنا حرام ہے اسی طرح سوائے مالک و ماذون از جانب مالک غاصب و
مردمان دیگر کو مال غصب میں تصرف کرنا حرام ہے بلکہ قابل تحریم و بطلان جو شرعاً معذور نہ
ہو مقصر ہو عالم کے حکم میں ہے بلکہ اگر بعلم غصبیت کسی چیز کو استعمال کیا اور بعد کو معلوم ہوا
کہ غصب نہیں ہے جب بھی وہ عمل باطل ہے بلکہ اشتباہ مباح و غصب آب طاہر و غصب کے
مشتبہ ہونے کی صورت میں اجتناب واجب ہے بلکہ زمین غصبی و کفن غصب کی حالت میں نبش
قبر جائز ہے اگرچہ ہتک حرمت میت لازم آئے اور دفن و کفن حرام ہے قال اللہ تعالیٰ و لمن
انتصر بعد ظلمہ فاولئک ما علیہم من سبیل۔ باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جو شخص
بعد ظلم کے اس کا بدلہ لے تو اس کے لئے کوئی مضائقہ نہیں جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا برائی
کا عوض برائی کرنا جائز ہے مثل اس برائی کے فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل

ما اعتدی علیکم۔ جو شخص تم پر تعدی و ظلم کرے تم بھی اُسپر مثل اس کے تعدی و ظلم کرو
وان عوقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ اور اگر تم کو کوئی عذاب میں مبتلا کرے تو تم بھی
مانند اُس کے اُسے عذاب میں مبتلا کرو اور خدا کی راہ میں ملامت کرنے والوں کی ملامت سے نہ
ڈرو خدا تم کو انکی اذیت و سرکشی سے باز رکھیگا اور لوگوں کیساتھ کلام نیک کرو اور امر بالمعروف
ونہی عن المنکر کو ترک نہ کرو اور حق سے باطل اور غلطیوں کو صحت و صدق سے رفع کرو
قال تعالیٰ ادفع بالتی ھی احسن اپنے حق سے باطل کو اور حلم سے جہل کو دور کرو فبشر عبادی
الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ بشارت ہو اُن لوگوں کو کہ جو کچھ سنتے ہیں۔ اس
میں سے افضل و اولیٰ بالقبول و ارشد الی الحق کی پیروی کرتے ہیں اور حق و باطل میں تمیز اختیار کرتے
ہیں لیکن زمانہ ایسا ہے کہ حق لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہے اور مردم گمگشتگی و سرکشی و تغیر و تبدل
کجروی میں مبتلا ہیں و سختی و محنت و غم و اندوہ و سفاہت فراواں میں گرفتار ہیں۔ قال اللہ
تعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان آپس میں ایکدوسرے کیساتھ
نیکی و پرہیزگاری میں مدد کرو اور اثم و عدوان گناہ و ظلم میں اُنکے شریک نہ ہو اور خدا سے ڈرو
کہ وہ بہت سخت عذاب کرنیوالا ہے شیطان کا مکر ضعیف ہے اور کید خدا شدید ہے
امید کہ الحقاب ابن سلطنت عظمیٰ خلد اللہ ملکہ و اجری فی بحار الظفر والنصرۃ فلکہ
خیام سعادت فرجام قائم و ضیاء سیوفہا باد و صبح صادق این دولت کبریٰ تا طلوع خورشید عالم
افروز قائم آل محمد از آسیب ظلمت شب ہائے زمان تیرگی نیابد ۱۲
امید کہ ناظرین حق و باطل میں فیصلہ کرکے بحق مؤلف مرحوم دعائے خیر کریں گے و حضرات
مومنین عظام و علمائے اعلام اگر بسبب سہو و نسیان کسی مقام پر غلطی پائیں تو اصلاح فرمائیں
العذر عند کرام الناس مقبول مؤلف خاکسار ذرہ بمقدار خادم الثقلین الراجی مغفرۃ ربہ القوی
السید حافظ علی الرضوی لکھنوی زید پوری عفی عنہ ساکن حال ضلع لاہور علاقہ نواب
خاص علی رضا باد والسلام علی من اتبع الہدیٰ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین
محررہ ... ۱۹۲۴ء